جماعتِ اسلامی کی حقیقت اور ہمارے کام کی نوعیت

بعض شبہات کا جواب

(از جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی)

("جماعتِ اسلامی" کے متعلق ایک صاحبِ علم بزرگ نے اپنے ایک طویل خط میں کچھ خیالات ظاہر فرمائے تھے، اس کا جو جواب دیا گیا وہ بھی طویل ہو گیا۔ اس جواب کا ایک حصہ جو عمومی حیثیت رکھتا ہے اور ایسے سوالات کے جواب میں ہے جو بہت سے دلوں میں پیدا ہو سکتے ہیں اور جس سے جماعت کے متعلق انشاء اللہ بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو سکتی ہیں ہدیۂ ناظرین کرام کیا جاتا۔ امید ہے کہ اس سے "جماعتِ اسلامی" کی اصلی حیثیت کے سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔

چونکہ اہلِ نظر اس جواب ہی سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ سوال کیا تھا؟ اس لیے "اُس سوال نامہ" کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی سلام مسنون! مزاجِ گرامی ؟

....

میرے خیال میں "جماعتِ اسلامی" پر غور کرتے وقت ہمارے اِن بنیادی تصورات کو ضرور سامنے رکھ لینا چاہیے جو تاسیس و تشکیلِ جماعت کے لیے اصل عوامل کی حیثیت رکھتے ہیں اور جو ہمارے اس اقدام کے لیے بمنزلہ بنیادی محرکات کے ہیں ـــــ وھی ھذہ:۔

(الف) اسلام اپنے ماننے والوں سے جس طریقِ زندگی اور اقامتِ دین و اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جس جدوجہد کا

مطالبہ کرتا ہے وہ پورا نظام "طولِ آمد"[۱] اور بعض دوسرے اسباب کی وجہ سے درہم برہم ہو چکا ہے اور بظاہر اسباب اسی وجہ سے عملی دنیا میں "اسلام" "جاہلیت" سے مغلوب ہو رہا ہے۔ اب اس کے کچھ متفرق اجزاء اور منتشر حصے ضرور باقی ہیں، کچھ مسجدوں میں، کچھ مدرسوں میں، کچھ خانقاہوں میں اور کچھ بعض خوش نصیب دینداروں کی انفرادی اور گھریلو زندگی میں بھی لیکن وہ پوری چیز یقیناً موجود نہیں رہی جو اسلام کا مقصد اور مقتضیٰ تھا اور ایمانداروں کو جس پر قائم اور جس کے لیے سرگرمِ عمل ہونا چاہیے تھا۔

(ب) اب کچھ لوگ از خود یا کسی کی تذکیر سے اپنی اور عام امتِ مسلمہ کی اس تقصیر کو محسوس کر کے اپنا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے اپنی کوششوں کو منظم اور مجتمع کر کے زیادہ موثر اور طاقتور بنانے کے لیے نیز اسلام تنظم اور اجتماعیت کی جو ہدایت کرتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے کو ایک جماعت بنا لینا ضروری سمجھا اور اسلامی تعلیم کے مطابق اپنا ایک امیر بھی منتخب کر لیا جس کے زیرِ قیادت وہ اس راہ پر چلنا چاہتے ہیں لیکن اس جماعت کی حیثیت بس ایک حزب اور پارٹی کی ہے جو ایک مقصدِ خیر اور اس کے طریقِ کار پر متفق ہو گئی ہے۔ نہ یہ کُل امتِ مسلمہ ہے اور نہ حق و ایمان اور خدمتِ دین کو اپنا اجارہ اور اپنے میں منحصر سمجھتی ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اس کو یقین ہے کہ اس کے دائرے سے باہر بھی حق و ایمان کے حامل اور دین کے سچے خادم موجود ہیں۔

(ج) "ان لوگوں" کے سامنے اس وقت دو کام ہیں۔ ایک اپنی اصلاح اور اپنی زندگی کا تزکیہ۔ اور دوسرے اور لوگوں کو بھی یہ پیغام پہنچانا اور ان کو بھی اس فریضہ کی طرف متوجہ کرنا، اور اس طرح اقامتِ دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے مقصد کے لیے طاقت بھی مہیا کرنا۔

(د) اب جو "دوسرے لوگ" ہیں تو ابتدائی تقسیم کے لحاظ سے وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک "مسلمان" اور دوسرے "غیر مسلم" (بجمیع اصنافہم)۔ جو مسلمان کہلانے والے ہیں ان میں قطعاً و یقیناً مندرجہ ذیل قسموں کے

[۱] یعنی بعد عہدِ نبوت۔ اشارہ ہے اس آیت کی طرف جس میں اہلِ کتاب کی گمراہی کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا "فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ"۔

عناصر موجود ہیں اور شواذ کے درجہ میں نہیں، بلکہ ہر عنصر کے لاکھوں افراد آپ کو ہماری اس "اسلامی دنیا" میں مل سکتے ہیں:-

(۱) حقیقی ایمان و صلاح رکھنے والے، جو علماً و اعتقاداً بھی مومن ہیں اور عملاً و فعلاً بھی (جیساکہ جاہلیت سے مغلوب، اس فاسد ماحول میں کوئی آدمی "مومنِ صالح" ہو سکتا ہے)

(۲) اعتقاداً مومن لیکن عملی حالت نہایت ابتر، فسق و فجور کے درجہ کو پہنچی ہوئی (علیٰ اختلاف مراتبہم)

(۳) "عبادات" اور "اذکار و اشغال" تک میں انہماک رکھنے والے رہبانیت پسند صوفی منش جن میں سے اکثر سخت درجہ گمراہانہ عقائد میں مبتلا ہوتے ہیں، مثلاً ہمارے زمانہ کے بہت سے "نیک نیت صوفی" اور ان کے معتقدین جن میں قبر پرستی اور پیر پرستی جیسے موجباتِ شرک بھی موجود ہیں۔

(۴) مغربی الحاد کے برباد کیے ہوئے ملاحدہ (علیٰ اختلاف اصنافہم و مراتبہم)

(۵) خوجے، بوہرے اور اسمٰعیلی اور اثنا عشری شیعہ اور قادیانی جیسے فرقِ ہالکہ جنھوں نے اپنے کو امت کے اندر رکھتے ہوئے ایک مستقل مذہبی ملت کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(۶) وہ عوام مسلمان جو اتنا جانتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ ایک ہے اور اس کا رسول برحق، قیامت اور جزا سزا پر بھی ان کا ایمان ہے، نماز روزہ کر بھی لیتے ہیں اور نہیں بھی کرتے، غرض ان کا ایمان بہت مجمل ہے اور عمل بھی بہت ناقص، اسی کے ساتھ وہ بہت سی خرافات و توہمات کو دین و مذہب بھی سمجھے ہوئے ہیں۔ غرض فی الجملہ مسلمان ہونے کے باوجود وہ دین کے حقیقی تصور سے ناآشنا ہیں، اور اس کے خاص تقاضوں اور مطالبوں سے بالکل بے خبر، ایسے کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ اسلام میں "حاکمیت" صرف اللہ ہی کے لیے ہے، اور "اقتدار اعلیٰ" بس اللہ کا ہونا چاہیے اور جو اشخاص یا جو جماعتیں قانونِ الٰہی سے بے نیاز ہو کر آج اللہ کی زمین پر حکمرانی کر رہی ہیں اُن کی حیثیت "طاغیت" اور باغیانِ خدا کی ہے، اور ان کی اس حاکمانہ حیثیت کو قبول کر لینا اور اس پر راضی رہنا بلکہ اس کے استیصال کی

فکر سے غافل رہنا بھی "اسلام" کی نظر میں انسان کی معصیت ہے، تو وہ حیرت سے آپ کا منہ تکیں گے۔
— (بلکہ یہ حال تو بہت سے پڑھے لکھے "دیندار وں" کا بھی آپ پائیں گے اور میں نے پایا ہے)

(۷) وہ عوام جو "ضروریاتِ دین" تک سے ناواقف ہیں، وہ بس اتنا جانتے ہیں کہ جیسے ہندو ہندو ہیں ویسے ہم مسلمان ہیں اور "مسلمان" وہ ہے جو مسلمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ کلمۂ اسلام کے مفہوم تک سے ناآشنا ہیں، بلکہ بہت سے اُن میں سے اس کے تلفظ سے بھی عاجز ہیں۔

غرض امتِ مسلمہ میں یہ تمام عناصر موجود ہیں۔ میرے اندازہ میں باعتبارِ تعداد ان میں سب سے کم پہلا عنصر اور سب سے زیادہ آخر اور ماقبل آخر۔

(ھ) اب جو جماعت مندرجہ صدر مقاصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے، یا جو لوگ ان ارادوں کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ ان تمام مسلمان کہلانے والوں کو آپ کی اصطلاح میں "اُمتِ نبی" مانتے ہوئے اپنے "نصب العین" کے لیے جدوجہد کی دعوت دیں — (جیسا کہ مثلاً فلاں فلاں[1] اسلامی جماعتوں کا طرزِ عمل ہے کہ اپنے مقاصد اور "نصب العین" کو سامنے رکھ کر وہ ہر مسلمان کو دعوت دیتے ہیں اور سب کی بھرتی کرتے ہیں۔ انھیں اس سے کچھ بحث نہیں کہ اُن کی اعتقادی یا عملی حالت کیا ہے اور اُن کو "اصولِ ایمان" اور "ضروریاتِ دین" تک کا بھی شعور ہے یا نہیں۔ یعنی ان کی دعوت "مسلمان قوم" کو ہے) تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ "اعلائے کلمۃ الحق" اور "اقامتِ دین" کو نصب العین بنانے والی، اور اس راہ میں جو فریضہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان پر عائد ہوتا ہے اس کو ادا کرنے ہی کی نیت سے کھڑی ہونے والی یہ جماعت بھی اسی طریقہ پر پوری "مسلمان قوم" کو بلا کسی امتیاز کے اس مقصد کے لیے اپنے ساتھ جدوجہد کرنے کی دعوت دے، اور اسی ڈھانچے کی ایک اور جماعت بنا کر کام شروع کر دے۔ نہ وہ یہ شرط لگائے کہ اس کے رفقاء اور

[1] یہاں اصل خط میں مسلمانوں کی دو بڑی سیاسی جماعتوں کے نام تھے۔

سپاہیوں میں "ایمان" اور اس کا شعور ہونا چاہیے اور نہ یہ کہ ان کی عملی زندگی اور ان کا کیر کٹر کسی درجہ میں تو اسلامی ہو۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پورے اجتماع میں سے ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے جو دین کا ضروری علم و شعور رکھتے ہوں، ان کی زندگی کو اس اعلیٰ اور مقدس مقصد سے فی الجملہ مناسبت ہو اور اس مشن کے لیے جس طرح اور جس انتظام کے ساتھ آگے بڑھنا ہو اس کے نباہنے کی فی الجملہ صلاحیت ان میں موجود ہو — اور جن افراد میں یہ باتیں بھی موجود نہیں ہیں اُن میں تبلیغ و تذکیر کے ذریعہ پہلے یہ باتیں پیدا کی جائیں، پھر ان کو اس راہ میں جدوجہد کرنے کے لیے دعوت دی جائے اور اس تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا دائرہ صرف "مسلمانوں" اور کلمہ گویوں ہی تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ جو غیر مسلم ہیں، اُن تک بھی اللہ کا پیغام پہنچایا جائے اور پھر اُن میں سے جو خوش بخت اس کو قبول کر لیں اُن کو بھی اس نصب العین کے لیے حرکت کرنے اور اس راہ پر چلنے کی دعوت دی جائے۔ پھر جتنے لوگ اس کوشش کے نتیجہ میں اس راہ پر چلنے کے لیے آمادہ ہوں وہ ایک طرف تو اپنی زندگی کو ایک مومن کی سی زندگی بنانے کی کوشش کریں اور دوسری طرف دوسروں کو بھی دعوت دینے اور اس طرح اس تحریک کو آگے بڑھانے میں لگ جائیں۔

(۹) ہم لوگوں نے اسی آخر الذکر طریقہ کو صحیح سمجھا ہے۔ اور میرے نزدیک بس یہی ہے حاصل ہمارے عزائم، ہمارے اس وقت کے کام اور ہمارے فرائض کا — جماعت کے دستور وغیرہ میں اس کے سوا کچھ نہیں، جو کچھ ہے بس اسی کی تفصیلات اور جزئی تفریعات یا اس کے لوازم اور مقتضیات ہیں —

اس "جماعت" کی تاسیس اور تشکیل کے ذریعہ ملت سے الگ اپنا کوئی "جماعتی تشخص" قائم کرنا چاہتے ہیں اور نہ خدانخواستہ کسی "فرقہ وارانہ ہیکل" کی تعمیر ہمارا مقصد ہے اور نہ ہم اپنے کو دوسروں سے اچھا مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس قسم کی گمراہیوں سے ہم ہزار بار خدا کی پناہ چاہتے ہیں "جماعت" کی تاسیس کے

پہلے دن بھی اس بارہ میں ہم نے اپنے ذہنوں کو صاف کرلیا تھا اور بعد میں بھی اس خطرہ سے برابر ہشیار رہے ہیں — "جماعت اسلامی" کے پہلے اجتماع کی روداد ہی کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ ایک "فرقہ" بننا نہیں چاہتے بلکہ اس خطرہ سے پوری طرح ہشیار بھی ہیں (ملاحظہ ہو روداد اجتماع ص۱۹ و ص۲۰ جہاں مولانا مودودی نے خود ہی جماعت کو اس خطرہ سے ہشیار کیا ہے اور خدا نکردہ رفقاء جماعت کو اس بارہ میں جو غلط فہمی ہوسکتی تھی اور جس راستہ سے وہ آسکتی تھی اُس تک کا انسداد کردیا ہے اور سخت ترین تاکید کی ہے کہ جماعت کے ارکان کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیے جو ان کو مسلمانوں میں "ایک فرقہ" بنانے والے ہوں الخ ص۳۰)

بہرحال اس معاملہ میں ہمارا ذہن، اور ہمارا معاملہ بھی الحمدللہ بالکل صاف ہے اور ہم غالباً دوسروں سے زیادہ اس کی اہمیت اور خطرناکی کو سمجھتے ہیں۔

اس کے باوجود ہمارے بعض خاص کرم فرما ناقدین اور معترضین نے اپنے اس خطرہ کو ظاہر کیا ہے یا دوسروں کو اس شبہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ "جماعت اسلامی" گویا ایک نیا مذہبی فرقہ پیدا ہو رہا ہے جس کی بنیاد اس تصور پر ہے کہ گویا اب تک ہم "صاحب ایمان" نہیں تھے، اور اب اس "جماعت" میں شامل ہو کر "مومن" بن رہے ہیں، اور اسی طرح جو دوسرے عام مسلمان ہیں وہ "مومن" نہیں ہیں اور اب ہم کو انھیں "دعوت ایمان" دینی اور "مسلمان" کرنا ہے — حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم اس قسم کے غالیانہ تخیلات اور وساوس سے شاید ان معترضین سے بھی زیادہ بیزار اور پرحذر ہیں۔

خود میری اپنی سرگذشت یہ ہے کہ جس دن سے ہوش سنبھالا اور دینی شعور حاصل کیا ہے الحمدللہ ایمان کی نعمت اُسی دن سے ساتھ ہے، اور خدمت دین اور دعوت الی اللہ کا کام بھی جو بن پڑا انفرادی طور پر اپنی سمجھ اور فکر کے مطابق کرتا رہا۔ اب "جماعت اسلامی" کی دعوت نے جب ایک اچھی اجتماعی جدو جہد کی راہ دکھائی تو اس کو قبول کرلیا۔ بس یہی ہے میرا اور مجھ جیسے دوسرے رفقاء جماعت کا بھی حال۔

مولانا مودودی کی ذاتی سرگذشت اگر اس سے مختلف ہے (جیسا کہ رودادِ اجتماع سے آپ نے سمجھا ہے) تو وہ ان کا ذاتی حال ہے ساری جماعت کے لیے کوئی مقررہ اصول تو نہیں ہے۔

(منا) علی ہذا ہم کو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی یہ غلط فہمی نہیں ہوئی کہ اس "جماعت" میں آنا شرطِ ایمان ہے یا یہ کہ نجات اور رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے اس جماعت سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ جماعت کے پہلے اجتماع کی روداد ہی میں یہ عبارت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہوگی:۔

"خوب سمجھ لیجیے کہ ہماری حیثیت بعینہٖ اس جماعت کی سی نہیں ہے جو ابتداءً نبی کی قیادت میں بنتی ہو بلکہ ہماری صحیح حیثیت اس جماعت کی ہے جو اصل نظامِ جماعت کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اس کو تازہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نبی کی قیادت میں جو جماعت بنتی ہے وہ تمام دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہوتی ہے اور اس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے مگر بعد میں اس نظام اور کام کو تازہ کرنے کے لیے جو لوگ اٹھیں ضروری نہیں کہ ان سب کی بھی ایک ہی جماعت ہو ایسی جماعتیں بیک وقت بہت سی ہو سکتی ہیں، اور ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں"۔ (روداد اجتماع اول ص۸)

پھر اس کے بعد "ترجمان القرآن" میں بھی ایک دفعہ سے زیادہ اس کے متعلق تصریحات کی گئی ہیں چنانچہ رجب و شعبان کے "ترجمان" میں اس شبہ اور اس کے جواب کا ذکر آپ نے ان الفاظ میں ملاحظہ فرمایا ہوگا:۔

"ایک اور شبہ لوگوں کے دلوں میں یہ ہے کہ عام جماعتوں کی طرح ہماری دعوت بھی شاید اپنی جماعت ہی کی طرف ہے، اور یہ کہ جو لوگ ہم سے الگ ہیں ان کو ہم مطلقاً حق پر سمجھتے ہی نہیں ..... دراصل ہماری دعوت اُس مخصوص نظامِ جماعت کی طرف نہیں ہے جو ہم نے قائم کیا ہے بلکہ عقیدۂ توحید و رسالت اور اُس نصب العین کی طرف ہے جو اللہ کو اپنا بادشاہ اور رسول کو اپنے بادشاہ

کا نمائندہ تسلیم کرنے کے ساتھ ہی لازماً ہر مسلمان کا نصب العین قرار پاتا ہے ...... اب جو لوگ اس عقیدہ و نصب العین میں ہم سے متفق ہیں اُن کے لیے دو راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہمارے نظام جماعت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور ہم پر بھی اطمینان رکھتے ہیں تو ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں، اور اگر ہمارے نظام سے یا ہماری شخصیتوں سے وہ مطمئن نہیں ہیں تو خود اس کارِ خیر کے لیے کوئی جماعت بنائیں اور اپنی صوابدید کے مطابق جدوجہد کریں۔ دونوں صورتیں یکساں صحیح اور برحق ہونگی۔ ایسی دس جماعتیں بھی اگر بن جائیں جن کا عقیدہ اور نصب العین یہی ہو اور نظام مختلف ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہمیں ان سے رقابت نہ ہوگی، بلکہ مسرت ہوگی کہ الحمد للہ اس راستہ پر چلنے کے لیے اور قافلے بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چاہے ابتداءً ہم الگ ہی چلیں، مگر مسلک و مقصد کی وحدت انشاء اللہ سب کو ایک کردے گی۔ اور کم از کم اپنی حد تک تو ہم یقین دلانے کے لیے تیار ہیں کہ اس امرِ حق کی خدمت کے لیے کوئی دوسری جماعت جو وجود میں آئے تو اس کے ساتھ ہم بخوشی تعاون کریں گے اور اگر اُس کے نظام اور کار فرما اشخاص کو ہم نے صالح تر پایا تو ہمیں اپنے جداگانہ وجود کو ختم کرکے ان کے اندر جذب ہو جانے میں بھی ذرہ برابر تامل نہ ہو گا۔" (ترجمان القرآن بابت ماہ رجب، شعبان و رمضان سنہ ۱۳۶۰ھ صفحہ ۱۳۰ - ۵)

نیز اسی پارہ میں حیدر آباد دکن کے ایک صاحب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودی نے لکھا تھا کہ :-

"جو شخص دینِ حق کو مغلوبی کی حالت سے نکالنے اور پوری جنسِ دین پر اسے غالب کرنے کی جدوجہد کرے وہ بہرحال ہمارے نزدیک حق پر ہے خواہ ہماری جماعت میں شریک ہو یا ہم سے الگ رہ کر اس مقصد کے لیے کام کرے، اور جو ایسا نہیں کرتا اس کو ہم عند اللہ قابلِ مواخذہ سمجھتے ہیں"۔

("صدق" ۴ مارچ ۱۹۴۲ء بحوالہ اخبار "مسلمان لاہور")

بہرحال یہ تو کبھی ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آیا اور نہ انشاء اللہ آ سکتا ہے کہ "جماعت

اسلامی" میں شامل ہونا "شرائطِ ایمان" یا "ضروریاتِ اسلام" میں سے ہے اور جو لوگ ہم سے الگ ہیں وہ خدانخواستہ ہمارے نزدیک "غیر مومن" ہیں یا عدمِ شمولیتِ جماعت کی وجہ سے اُن کے ایمان واسلام میں کوئی کسر رہی ہے۔ اس قسم کے تو وساوس کو بھی ہم بدترین قسم کی گمراہی سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس ہم بہت سے اللہ کے اُن بندوں کو جانتے ہیں جو اس جماعت کے رکن نہیں ہیں لیکن ہم کو یقین ہے کہ وہ اس زمانہ کے لحاظ سے "ایمان" اور "عمل صالح" کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں، اور ان کا تقویٰ اور تورّع ہمارے لیے قابلِ رشک اور لائقِ تقلید ہے۔

الغرض "جماعتِ اسلامی" کے نظام میں باضابطہ منسلک ہونا اور اس خاص آرگنائزیشن سے وابستہ ہونا کسی شخص کے مومن بلکہ صالح ہونے کے لیے بھی ہرگز ضروری نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک ایمانی فریضہ اس سلسلہ میں صرف اتنا ہے کہ "جماعتِ اسلامی" کا جو عقیدہ اور نصب العین ہے، ہر مومن کا وہی عقیدہ اور وہی نصب العین ہو، اور اس کے لیے وہ اپنی جدوجہد سے غافل نہ رہے، خواہ وہ یہ کام ہمارے ساتھ ہو کر کرے یا ہم سے الگ رہ کر۔ اس اصل میں موافقت کے ساتھ عملی پروگرام کی تفصیلات میں اگر کہیں ہم سے کچھ اختلافِ رائے بھی ہو تو ہم اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے — غور فرمائیے! کیا ایک "نیا مذہبی فرقہ بنانے والوں" اور دوسروں کو "غیر مومن سمجھ کر دعوتِ ایمان دینے والوں" کا حال یہی ہوتا ہے؟

(ج) ہاں معترضین کے اعتراض کے بعد ہی ہم میں سے بعض کو بھی یہ محسوس ہوا کہ "جماعتِ اسلامی" کے دستور میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جن سے کم غور کرنے والوں کو اس قسم کے شبہات ہو سکتے ہیں یا اعتراض و تنقید ہی کی نظر سے دیکھنے والے اُن سے ایسا سمجھ سکتے اور دوسروں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر سکتے ہیں، چنانچہ فروری کے اجتماع میں ہم لوگوں نے اسی غرض سے "دستور" پر نظرِ ثانی کی اور جن الفاظ میں ہم نے اس قسم کے اشتباہ کی گنجائش محسوس کی ان میں مناسب ترمیم کر دی۔ دستور

کا نیا ایڈیشن تیار ہونے پر آپ اُن تمام ترمیمات کو ملاحظہ فرمالیں گے۔

(ط) بعض حضرات دستور کے لفظ "تجدیدِ ایمان" سے بھی یہ شبہ پیدا کرتے ہیں اور آپ کے گرامی نامہ میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک عام اور معروف دینی اصطلاح ہے جس سے لوگوں کو واقف ہونا چاہیے اس لیے ہم نے اس کو بدلنا اچھا نہ سمجھا۔ "تجدیدِ ایمان" کا لفظ تو خود "ایمانِ سابق" کا پتہ دیتا ہے۔ نیز حدیثِ نبوی میں بھی خود اہلِ ایمان سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

جَدِّدُوا اِیْمَانَکُمْ؛ — تم لوگ اپنے ایمان کی تجدید اور اس کو تازہ کرتے رہو۔

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ کَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا؟ — عرض کیا گیا حضرت! ہم کس طرح اپنے ایمانوں کی تجدید کریں؟

قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ — ارشاد فرمایا لا الٰہ الا اللہ کہنے کی کثرت رکھو۔

(رواہ احمد عن ابی ہریرۃ مرفوعاً جمع الفوائد صہ ۱۵)

(ی) دستور میں ایک جگہ جو "ازسرِ نو ایمان لانے" کا لفظ ہے (جو آپ کو زیادہ کھٹک رہا ہے) میں اس کے اور "تجدیدِ ایمان" کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ میرے خیال میں وہ "تجدیدِ ایمان" کا ترجمہ ہی ہے۔ اور اسی وجہ سے "دستور" پر نظرِ ثانی کے وقت ہم نے اس میں کوئی ترمیم کرنی ضروری نہیں سمجھی۔ لیکن بعد میں چونکہ اور بھی ایک دو صاحبوں نے اس کے بارے میں وہی خیال مجھ سے ظاہر کیا تھا جو آپ کو پیدا ہو رہا ہے اس لیے اب میں اس لفظ کو بھی بدل دینا ہی بہتر سمجھتا ہوں اور اب سے پہلے مولانا مودودی کو اپنا یہ مشورہ لکھ کر بھیج چکا ہوں کہ اس کی جگہ بھی وہ "تجدیدِ ایمان" ہی کا لفظ کر دیں۔

(ک) داخلہ جماعت کے وقت "ادائے شہادتین" کا جو طریقہ رکھا گیا ہے اس کے متعلق بھی ایک سے زائد مرتبہ یہ تصریح کی جا چکی ہے کہ یہ التزام اس تصور پر مبنی نہیں ہے کہ پہلے سے شہادتین پر اس شخص کا ایمان نہ تھا یا خدا نخواستہ ہم ایمانِ سابق کو کالعدم سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا منشا صرف استحضار، اور ایمان کو تازہ کرنا ہے۔ نیز ایک غرض اس سے یہ بھی ہے کہ جو آئے وہ حقیقتِ ایمان اور اس کی ذمہ داریوں کو سمجھ بوجھ کر آئے۔ مولانا

مودودی نے اس کے متعلق خود لکھا ہے کہ:۔

"جماعت اسلامی" کے دستور میں شہادتین کو شرط رکنیت قرار دینے کی غرض بھی صرف یہ ہے کہ جو لوگ ارکام کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں ان کے متعلق یہ اطمینان کر لیا جائے کہ وہ صالح العقیدہ ہیں اور جاہلیت کی اُن آمیزشوں کو لیے ہوئے نہیں آرہے ہیں جو بدقسمتی سے مسلمانوں کے اندر گھس آئی ہیں۔ نیز یہ کہ دعوت الی اللہ کی خدمت شروع کرنے سے پہلے وہ ایک مرتبہ پھر اللہ کے ساتھ اپنے عہد و میثاق کو استوار کریں اور نو مسلمانہ جوش کے ساتھ کام کے لیے آگے بڑھیں۔" (ترجمان القرآن بابت ماہ رجب تا رمضان ۱۳۶۰ھ ص ۱۸۵)

نیز اس ناچیز راقم الحروف نے بھی اس "تجدید ایمان" اور "ادائے شہادتین" کے متعلق "الفرقان" میں لکھا تھا کہ:۔

"اس "تجدید ایمان" اور "ادائے شہادتین" کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ایمان لانے اور صدق دل سے سوچ سمجھ کر توحید و رسالت کی شہادت ادا کرنے سے جو ذمہ داریاں ایک مومن پر عائد ہوتی ہیں اُن کا احساس پھر تازہ ہو جائے اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے وہ اس جماعت میں داخل ہو جس کے داخلہ کی شرط بس ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کا عہد و پیمان ہی ہے ۔۔۔ نیز اس کا ایک خاص فائدہ یہ بھی ہے کہ خدا اور رسول پر واقعی ایمان رکھنے والے "مومنین صادقین" اور دین کے بنیادی اصولوں تک سے ناآشنا (بلکہ اُن کے منکرین تک) جس طرح "مسلم سوسائیٹی" کے مساوی درجہ کے ممبر سمجھے جاتے ہیں، "یہ جماعت" اس طرح کے خلط ملط سے محفوظ رہے اور جو آئے خدا و رسول پر ایمان رکھنے والا یا ایمان لانے والا ہی آئے۔ بہرحال "تجدید ایمان" اور سمجھ بوجھ کر "ادائے شہادتین" سے ہماری غرض صرف یہی ہے، نہ یہ کہ ہم دوسرے تمام مسلمانوں کو "غیر مومن" سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ ان اکون من الغالین۔

خود ہماری نگاہوں میں بہت سے ایسے ایمان و صلاح والے ہیں جن کا ایمان اور جن کا ورع و تقویٰ خود ہمارے لیے لائق تقلید نمونہ ہو سکتا ہے اور ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اُن محاسن اعمال میں

اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔" (الفرقان ماہ شوال ۱۳۶۱ھ صفحہ ۴۵)

غور فرمایا جائے، کیا اِن واضح تصریحات کے بعد کسی کے لیے اس شک شبہ کی گنجائش رہتی ہے کہ ہم دوسروں کو ایمان سے خالی جان کر "داخلِ جماعت کے وقت" اور "شہادتین" کا مطالبہ کرتے ہیں؟ بڑا تعجب اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس قسم کے شبہات یا اعتراضات اُن ذی علم حضرات کی طرف سے بھی عِلم میں آتے ہیں جن کے متعلق خیال نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارے مشائخ کا سلف سے جو طرزِ عمل اس بارہ میں (یعنی اطاعتِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے عہد و میثاق کے وقت" تجدید ایمان" اور "اداءِ شہادتین" کے بارہ میں) رہا ہے اس سے واقف نہ ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "القول الجمیل" میں "بیعت کا ماثور عن السلف" طریقہ اور اُس کے الفاظ بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"اخذ بیعت کے وقت "شیخ" پہلے خطبہ مسنونہ پڑھے (الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ الخ)

ثم یلقنه الایمان الاجمالی فیقول	پھر اس کو ایمان اجمالی کی تلقین کرے اور یوں کہے
قل آمنت باللہ وبما جاء من عند	کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اللہ علی مراد اللہ، وآمنت برسول اللہ	جو کچھ آیا ہے اُس پر بھی اُس کی مراد کے مطابق
وبما جاء من عند رسول اللہ علی مراد	ایمان لایا، اور میں اللہ کے رسول پر ایمان لایا
رسول اللہ وتبرأت من جمیع الادیان	اور رسولِ خدا کی طرف سے جو تعلیمات آئی ہیں
وجمیع العصیان، واسلمت الآن واقول	اُن پر بھی ایمان لایا مطابق اس کے جو رسول کی
اشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان	مراد ہو۔ اور میں تمام دوسرے دینوں اور ہر قسم کی
محمداً عبده ورسوله۔	نافرمانیوں سے بری اور بیزار ہوا اور اب میں نے اسلام کو اختیار کیا
(شفاء العلیل ص ۲۲)	اور میں کہتا ہوں اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان

محمداً عبدہ ورسولہ۔"

الغرض "جماعتِ اسلامی" میں داخلہ کے وقت جس کی حیثیت اسلامی مطالبوں کو پورا کرنے، ایمانی تقاضوں پر عمل کرنے اور خصوصاً اعلاءِ کلمۃ الحق کے لیے ایک نظام کے ماتحت جدوجہد کرنے کے واسطے "عہد و میثاق" کی ہے، اور جو درحقیقت ایک قسم کی "بیعت" ہی ہے (تو اس عہد و میثاق اور اس بیعت کے وقت) "تجدیدِ ایمان" اور "ادائے شہادتین" کا جو طریقہ جماعت کے دستور میں رکھا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ کوئی "منکر" اور قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے، بلکہ بزرگانِ سلف کا مسلوک طریقہ بھی ہے جس کو ہمارے اُن مشائخ نے غالباً انہی مصالح کی وجہ سے اختیار کیا تھا جن کے پیشِ نظر ہم کو یہ اختیار کرنا پڑا ہے۔

— خیر یہ تو "جواب" تھا اور صحیح اور واقعی جواب — اس کے بعد میں آپ کو بتلاؤں کہ اب سے کئی مہینہ پہلے بعض تجربات کے بعد خود میں نے مولانا مودودی سے عرض کیا تھا کہ بعض اوقات ہمارے افہام و تفہیم کے باوجود لوگوں کو اس "ادائے شہادتین" کے متعلق یہ خلجان رہتا ہے کہ شاید ہم اپنی جماعت کے علاوہ دوسروں کو "مومن" نہیں سمجھتے اور اس لیے پہلے ہم کلمۂ شہادت پڑھوا کر "تجدید ایمان" کراتے ہیں، یا کم از کم یہ کہ ہم اپنے کو تمام دوسرے مسلمانوں سے زیادہ باایمان سمجھتے ہیں، اِس لیے میری رائے ہے کہ اس کو شرطِ لازم نہ رکھا جائے بالخصوص جبکہ جماعت میں داخل ہونے والے شخص کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ بحمد اللہ حقیقتِ ایمان سے وہ اچھی طرح باخبر اور اس کی ذمہ داریوں کو پوری طرح سمجھنے والا ہے۔ تو ایسی صورت میں مناسب ہے کہ ہم اس خواہ مخواہ کی "تہمت" اور غلط گمانی سے بچنے کے لیے "ادائے شہادتین" کے مطالبہ کا التزام نہ کیا کریں۔ تو مولانا نے میری اس گذارش کو مان لیا تھا، اور اب خود میرا طرزِ عمل بھی یہی ہے کہ جہاں مناسب سمجھتا ہوں ایسا ہی کرتا ہوں۔

الغرض "تجدیدِ ایمان" یا "ادائے شہادتین" کے لفظوں کی بنیاد پر "جماعتِ اسلامی" یا مولانا مودودی کے متعلق اس قسم کے جو خیالات پکائے اور پھیلائے جاتے ہیں ہم سب بحمد اللہ اُن سے بری ہیں، اُن چیزوں سے ہماری جو غرض اور جو مقصد ہے وہ وہی ہے جو بار بار عرض کیا جا چکا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا مودودی کے بعض مضامین یا "دستور جماعت" میں آئے ہوئے لفظ "قومی مسلمان" نسلی مسلمان" یا "مردم شماری کے مسلمان" سے بھی خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہم دوسرے تمام مسلمانوں کو دینی مسلمان نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اصلیت اور حقیقت وہی ہے جو اوپر عرض کی جا چکی ہے کہ "ملتِ اسلامیہ" کے موجودہ اجتماع میں جو لوگ واقعی اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو بحمداللہ ہم مومن ہی سمجھتے ہیں اور اُن میں سے بہت سوں کو تو اپنے سے بدرجہا اچھا مومن بھی جانتے ہیں، لیکن جو لوگ واقعتاً صرف نسل ہی کے اعتبار سے "مسلمان" ہیں اور بس اسی حیثیت سے مسلمان ہیں کہ وہ "مسلمان قوم" کے ایک فرد ہیں (جیسے کہ کتنے ہی ہندو، ہندو دھرم سے آزاد بلکہ بیزار تک ہونے کے باوجود صرف اس لیے "ہندو" ہیں کہ ہندو سوسائیٹی کے ایک فرد ہیں) تو اُن کے لیے "نسلی مسلمان" اور "قومی مسلمان" یا "مردم شماری کے مسلمان" کے علاوہ، آخر اور کیا لفظ استعمال کیا جائے ؟ جو لوگ دین کے اساسی اصولوں تک سے بے بہرہ ہوں، بلکہ اُن میں سے بہت سے اُن سے منحرف بھی ہوں، اور جن کے نزدیک اللہ و رسول کے احکام کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو، اور زندگی کی کسی منزل میں بھی وہ یہ سوچنے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوں کہ اللہ و رسول نے اس بارہ میں کیا ہدایت دی ہے، اور جن کے تمام مشاغلِ حیات گواہی دے رہے ہوں کہ وہ اپنے سامنے دنیا کی خوش عیشی کے سوا کوئی اور مقصد نہیں رکھتے (اور کون آنکھوں والا ہے جو اس سے انکار کر سکے کہ ہماری "مسلمان قوم" میں ایسے افراد لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں) تو اُن لوگوں کو اگر قومی مسلمان، نسلی مسلمان، یا مردم شماری کے مسلمان، نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے ؟ ایسوں کو دینی مسلمان اور واقعی مومن کہنا تو صرف جھوٹ اور خلافِ واقعہ ہی نہیں ہے بلکہ اسلام و ایمان پر سخت ترین ظلم اور دین کی تغییر بھی ہے۔

میرے یہ لفظ شاید آج کل کے "قومیت" کے شور و غوغے میں بہت ہی شاق گذریں گے لیکن میں پوری دیانتداری سے یہی سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے ہم اُن "غیر مومن مسلمانوں"

کا "نامسلمان" ہونا خود اُن کو اور دُنیا کو بتلا سکیں تو یہ دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی، اور "اسلام" "اللہ کا دین" ہونے کے بجائے آج "ہندویت" کی طرح جو ایک قومی ٹائیٹل ہو کر رہ گیا ہے اور مسلمان "حزب اللہ" ہونے کے بجائے جو ایک قومی نقطہ نظر رکھنے والی "قوم" ہو کر رہ گئے ہیں جس نے حقیقت کو بالکل ہی بدل دیا ہے اور اسلام وایمان کی دعوت کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیے ہیں، تو ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ اسی طرح ہو سکے گا۔ مجھے آپ کے اس خیال سے قطعی اختلاف ہے کہ موجودہ مسلمان قوم کو ایک "قوم" بنانے والی چیز اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول کے پیغام سے وابستگی ہے۔ واقعتاً ایسا ہوتا تو ہماری اس قومیت کے دائرے میں اُن لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہوتی جو اللہ کی اس ہدایت اور اس کے رسول کے اس پیغام سے عملاً کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس قوم کے فرد مانے جاتے ہیں بلکہ ان کی یہ حالت قومی سرداری کے منافی بھی نہیں سمجھی جاتی اور کتنے ہی ہیں جو ایسے ہونے کے باوجود قوم کے لیڈر بھی ہیں۔

دیکھیے غلط فہمی نہ ہو میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ ساری قوم ہی ایسی ہے۔ بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ "قوم" میں ایسے بھی موجود ہیں، حالانکہ ہمارے اور ان کے درمیان وجہ جامع اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ بھی مسلمان نسل کے ہیں، اور مسلمان قوم کے فرد ہیں، اور "سرکار" میں ان کا مذہب مسلمان لکھا جاتا ہے اور صرف انہی وجوہ سے وہ سیاسی پلیٹ فارم "پر" مسلمانوں کے لیڈر" اور کونسلوں اسمبلیوں میں "مسلمانوں کے نمائندے" ہیں۔ تو اس "ذہ درذہ مسلم قومیت" کے متعلق میں ہرگز یہ تسلیم نہیں کرتا کہ اس کی بنیاد اللہ ورسول نے رکھی ہے۔

میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس کا کوئی خاص تعلق "جماعت اسلامی" کے معاملہ سے نہیں ہے بلکہ جب سے مجھے کچھ دینی شعور حاصل ہوا ہے اُسی وقت سے میرے خیالات اور میری فکر کا یہ مرکزی نقطہ رہا ہے۔ بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ کسی بھی ایسے شخص کی رائے

اس سے مختلف نہ ہوگی جو دین اور اس کے مقتضیات کا بھی صحیح علم رکھتا ہو اور موجودہ "مسلمان قوم" کی حالت بھی اس کے علم میں ہو۔ آپ کے متعلق مجھے گمان ہوتا ہے کہ شاید آپ ہمیشہ کسی اچھے اور ایمانی ماحول ہی میں رہے ہیں اور اس لیے آپ نے "مسلمانوں" میں صرف "مسلمان" ہی دیکھے ہیں۔

بہر حال میں اس معاملہ میں اپنے دماغ میں کوئی الجھن اور کوئی شک و شبہ نہیں رکھتا کہ آج کل کی "مسلمان قومیت" اور "اصل اسلامیت" بالکل الگ کی دو چیزیں ہیں اور ان دونوں کے فرق کو صاف کر کے اصل اسلامیت کا تعارف کرانا ہمارا اہم دینی فریضہ ہے۔۔۔ لیکن اس اجمالی اور اصولی تصور کے باوجود ملت کے عام افراد و اشخاص کے ساتھ (جن کے متعلق ہم کو متعین طور سے معلوم نہیں ہے کہ وہ ایمان کے ادنیٰ درجہ سے بھی خدانخواستہ خالی ہیں) ہمارا برتاؤ مسلمانوں ہی کا سا رہے گا، ہم ان کو اخوانِ ملت ہی سمجھتے ہیں اور سمجھیں گے۔

نیز عام مسلمانوں کے لیے ہماری دعوت الی اللہ بھی ان کو نسیان زدہ اور سبق بھلا دینے والی "امت" سمجھ کر ہی ہے اور رہوگی، نہ کہ کھلے غیر مسلموں کی طرح ان کو "منکرینِ اسلام" قرار دے کر، اور ان دونوں پوزیشنوں میں جو فرق ہے وہ یقیناً آپ سے مخفی نہ ہوگا۔

(ل) آپ نے لکھا ہے کہ مولانا مودودی کی جن تالیفات کو "جماعت کا لٹریچر" کہا جاتا ہے ان میں کچھ باتیں غلط اور خلافِ صواب بھی موجود ہیں۔ اور ان کی ایک مثال بھی آپ نے "الجہاد" سے پیش کی ہے۔

میرے محترم! الجہاد تو مولانا مودودی کی اب سے کوئی پندرہ برس پہلے کی تصنیف ہے (جبکہ اللہ کے سوا شاید کسی کے بھی علم میں نہ ہوگا کہ سن ۱۳۶۰ھ میں "جماعتِ اسلامی" بنے گی اور مولانا اس کے لیڈر ہوں گے) لیکن میرا خیال تو یہ ہے کہ انھوں نے جماعتِ اسلامی کی تشکیل کے بعد یا اس سے کچھ پہلے بھی جو کچھ لکھا ہے (جس کا جماعتِ اسلامی سے بہت قریبی تعلق ہے) ہرگز ضروری نہیں ہے کہ وہ سب بھی ہمارے نزدیک صحیح و صواب ہی ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو انھوں نے صحیح سمجھ کر لکھا ہو اور

ہمارے نزدیک وہ صحیح نہ ہو میں نے "الجہاد فی الاسلام" کو اور اسی طرح مولانا مودودی کی اکثر تالیفات کو بالاستیعاب آج تک نہیں دیکھا ہے۔ ہاں جستہ جستہ نظر قریب قریب سب ہی چیزوں پر پڑی ہے اُن کے مضامین کے جو مجموعے اب کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اُن کے اکثر مضامین بھی کبھی "ترجمان القرآن" ہی میں پڑھ لیے ہیں۔ مجھے ان چیزوں میں متعدد مقامات ایسے یاد ہیں جہاں میں اُن کی تحقیق اور ان کی فکر کو اپنی دانست میں صحیح نہیں سمجھتا مثال کے طور پر لکھتا ہوں کہ انھوں نے ایک اہم استفتا کے جواب میں نفس مسئلہ مسؤل عنہا کے متعلق جو رائے ظاہر کی ہے میں فقہی حیثیت سے اسے صحیح نہیں سمجھتا، بلکہ اس باب میں اُس رائے کو صحیح سمجھتا ہوں جو دوسرے علماء نے اختیار کی ہے (اور خود مودودی صاحب نے بھی "حقوق الزوجین" میں اپنی "اصلاحی تجاویز" کی بنیاد اُس پر رکھی ہے اور موجودہ وقت میں اُس کو "حدِ جواز" ہی لکھا ہے)۔ البتہ میں اُن کی "جوابِ استفتا" والی تحریر کی بھی اس لحاظ سے قدر کرتا ہوں کہ وہ "اسلامی نصب العین" کو یاد دلاتی اور ہم کو توجہ دلاتی ہے کہ "غیر الٰہی نظام" کے تسلط کے وقت میں محض عارضی طور پر اور بدرجۂ مجبوری ہی حدِ جواز کے اس طریقہ کو ہم اختیار کر سکتے ہیں اور ہمارا اصل فرض اس مجبوری کی لعنت ہی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جد و جہد کرنا ہے۔

علیٰ ہذا "دین کی چار بنیادی اصطلاحوں" کے عنوان سے "ترجمان" میں جو مضمون ان کا نکل رہا ہے جس کا نسبتہً جماعت سے بہت قریبی تعلق ہے، اس کے اصلی مقصد و مدعا سے متفق ہونے کے باوجود اس کے بعض حصوں سے بھی مجھے اتفاق نہیں ہے۔

اور یہ تو میں نے صرف مثالاً ایک دو چیزیں لکھ دی ہیں ورنہ ان کی تحریروں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے مجھے اختلاف ہے۔ لیکن اس قسم کے اختلافِ آراء سے اس قسم کی کوئی جماعت بھی نہیں بچ سکتی۔ بایں ہمہ ایک عام خیال ان کی تحریرات کے متعلق میرا یہی ہے کہ ان کا بہاؤ پورے زور کے ساتھ اسلامیت اور خدا پرستی کی طرف کو ہوتا ہے۔ اور ان کا مطالعہ ایمان میں بصیرت اور

حرارت ہی کا اضافہ کرتا ہے۔ بالخصوص "جماعتِ اسلامی" کا جو مقصد و نصب العین ہے اور اس کے پیشِ نظر جو کام ہیں ان کو سمجھنے اور اپنا مقصدِ حیات بنا لینے کی طرف مولانا مودودی کی بیشتر تحریرات اچھی ہی رہنمائی کرتی ہیں اور بس اسی لحاظ سے وہ "جماعتِ اسلامی" کا لٹریچر ہیں نہ یہ کہ اُن میں جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ تمام رفقاءِ جماعت کے نزدیک جزءاً جزءاً صحیح اور مسلّم ہے۔

شاید آپ نے غور نہیں فرمایا پہلے اجتماع کی روداد میں مولانا مودودی صاحب کی طرف سے نہایت صفائی کے ساتھ یہ بات ظاہر کردی گئی ہے کہ فقہی یا کلامی مسائل میں اُن کا جو طریقۂ فکر اور جو نتائجِ تفکر ہیں، رفقائے جماعت کا اُس سے موافقت کرنا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہی تو ہوا کہ ہم "جماعتِ اسلامی" میں منسلک ہونے کے باوجود اُن کی تحقیقات سے اختلاف رکھ سکتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہم اُسی چیز سے اختلاف کریں گے جو ہمارے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔ تو اگر انھوں نے "الجہاد فی الاسلام" یا اپنی دوسری کتابوں میں کچھ ایسی باتیں لکھی ہوں جو ہمارے یا آپ کے نزدیک صحیح نہ ہوں تو ہم پر یا آپ پر یا "جماعتِ اسلامی" پر اس کا کیا اثر؟ ایسے مواقع پر ہمارا کام یہی ہے کہ ہمارے نزدیک جو چیز صحیح ہے ہم اُس کو ان تک پہنچا دیں اور اُن کی غلطی پر ان کو مطلع کر کے اصلاح اور تصحیح کی طرف ان کو توجہ دلائیں (بشرطیکہ ان کی بات کا غلط اور ناصواب ہونا ہمارے نزدیک متعین ہو) اور اگر اس کے بعد بھی وہ اپنی ہی رائے پر قائم رہیں اور اپنی غلطی محسوس نہ کریں، اور ہماری نظر میں وہ غلطی دیانتداری کے ساتھ "منکر" درجہ کی ہو (یعنی اجتہادی قسم کی چیز نہ ہو جس میں اختلاف اور تعددِ آراء کی گنجائش ہوتی ہے) تو زیادہ سے زیادہ ہمارے ذمہ بس اتنا ہے کہ اپنے اختلاف اور نکیر کو ظاہر کردیں۔ اور اگر خدانخواستہ امیرِ جماعت سے (خواہ مولانا مودودی ہوں یا کوئی اور) کوئی غلطی ایسی ہو جو حدِ ضلال تک پہنچتی ہو تو پھر اس سے رجوع کرنے کا اور اس پر اصرار کرنے کی صورت میں اُس سے "انعزال" کا یا "جماعت" سے معزول کر دینے کا ہم مطالبہ کرسکتے ہیں ۔۔۔ لیکن "الجہاد فی الاسلام" کی جس غلطی کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ بس ایک علمی غلطی کہی جاسکتی

ہے۔ اس سے زیادہ میرے خیال میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ایسا شخص کیوں جماعت کا امیر اور لیڈر ہے جو ایسی غلطیاں کر سکتا ہو تو گزارش یہ ہے کہ وہ کون مصنف ہے جس کے لکھے ہوئے ہزاروں صفحات میں ناقدوں نے دو چار غلطیاں بھی نہ نکال دی ہوں یا نہ نکال سکتے ہوں۔ میرے بہت سے علمی بزرگ ہیں جن کے علمی تبحر اور تفقہ فی الدین کا میں پوری طرح معترف ہوں، اُن کو عہدِ حاضر کے "علماء راسخین" میں سے سمجھتا ہوں اور خاص مہمات میں ان کی طرف رجوع بھی کرتا ہوں، با ایں ہمہ اُن کی بعض علمی تحقیقات کو میں صحیح نہیں سمجھتا حالانکہ جانتا ہوں کہ میں خود ان کے تلامذہ اور خدام کی آخری صف میں بیٹھنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ بہر حال اگر مولانا مودودی کی تحریرات میں ایسی بہت سی غلطیاں بھی موجود ہوں تو "جماعت اسلامی" پر اُن کا کوئی اثر نہیں۔ اور نہ ہم نے یہ سمجھ کر ان کو جماعت کا امیر چنا ہے کہ وہ خود یا اُن کا علم و فکر "محفوظ عن الخطا" ہے۔ تاہم جیسا کہ میں نے عرض کیا ان غلطیوں سے ان کو آگاہ کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلانا ہمارا ایک نیک کام ہوگا، اور اس نیکی کے لیے مودودی صاحب یا رفقاء جماعت ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر مسلمان کا ہم پر حق ہے کہ اگر ہم اس کو کسی ایسی غلطی میں مبتلا دیکھیں تو اُس کو اس سے نکالنے کی کوشش کریں اور علیٰ ہذا اگر ہم سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے تو وہ ہم کو اس پر متنبہ کر دے۔ البتہ مولانا مودودی اور ہم آپ چونکہ ایک راہ کے رفیق ہیں، اور ہمارا ایک خاص دینی رشتہ بھی ہے اس لیے ہم پر ایک دوسرے کی "نصیحت" اور "تعاون علی البر والتقویٰ" کی ذمہ داری دوگونہ ہے۔

الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔